کس نے بارود بویا... گُلزار کو جواب

ساری وادی اداس بیٹھی ہے
موسمِ گُل نے خودکشی کر لی

کس نے بارُود بویا باغوں میں
کس نے پھولوں سے دشمنی کر لی

مجھ سے گُلزار نے سوال کیا
سوچتا ہُوں کوئی جواب کروں

مَیں گریباں میں جھانک کر اپنے
خود کو پرکھوں ذرا حساب کروں

جس کو عظمت سمجھ لیا مَیں نے
وہ حسد سے گھلی ملی تو نہیں

جس کو غیرت کا نام دے ڈالا
اُس میں نفرت ڈھکی چھپی تو نہیں

Faqeer Sein

اَن کہی داستان ہے گویا
جی میں آیا چلو سناتا چلوں

میری اپنی ہی بات ہے شاید
آج سوچا کے مَیں بتاتا چلوں

ایک کمسن سا لاڈلا بچہ
ننھا منھا تھا پیارا پیارا بھی

اپنی اماں کی آنکھ کا تارا
اپنے ابّا کا وہ دلارہ بھی

کچھ بڑا ہو کے یہ سنا اُس نے
ہم بڑی عظمتوں کے وارث ہیں

اور سب میں ملاوٹیں ہونگی
ہم اکیلے ہیں جو کہ خالص ہیں

اور یہ بھی کہا گیا اُس سے
اپنا رتبہ سبھی سے اعلیٰ ہے

آجکل تھوڑی تیرگی لیکن
آگے پیچھے فقط اجالا ہے

ہم سا کوئی نہیں زمانے میں
ہم میں دانائی ہے ذہانت ہے

عِلم و حکمت غلام تھے اپنے
آج کل عارضی جہالت ہے

اور یہ بھی کہا گیا اُس سے
فتح و نصرت کے دَور آئیں گے

غیب سے یہ نوید ہے ہمکو
غیر کو ہم سبق سکھائیں گے

یہ بھی مژدہ دیا گیا اُس کو
زندگی مختصر سا قصہ ہے

مَوت کے بعد مستقل ہو گی
اور جنت میں اپنا حصہ ہے

Faqeer Sein

غیر لگتے ہیں مطمئن لیکن
دِل کی گہرائی سے نہیں ہوتے

دیکھنے میں ضرور آگے ہیں
پیڑ جنت کے وہ نہیں بوتے

ڈوبا رہتا ہے اپنی عظمت میں
اور یونہی جوان ہوتا ہے

کام کرنے کو من نہیں کرتا
برتری کا گمان ہوتا ہے

اور آخر میں آنکھ کھلتی ہے
اُسکو ادراک ہے پچھڑنے کا

تربیت میں مگر نہیں شامل
وصف الزام خود پہ دھرنے کا

ذہن میں کچھ الاؤ پکتے ہیں
پھر حسد اُسکو گھیر لیتی ہے

Faqeer Sein

فکرِ مثبت کی تازگی اُس سے
اپنا چہرہ ہی پھیر لیتی ہے

وقت چکی مثال چلتا ہے
نفرتیں دھیرے دھیرے پلتی ہیں

غیر کرتے ہیں عام سی باتیں
اُسکے دل کو مگر وہ کو کھلتی ہیں

بم پہن کر وہ ایک دن خود کو
بیچ بازار پھوڑ دیتا ہے

کتنی جانوں کا اُنکی سانسوں سے
رشتہ اِک پل میں توڑ دیتا ہے

یہ کہاں داستاں پرائی ہے
میری اپنی مِری زبانی ہے

دوست احباب جانتے ہونگے
گویا اِک عام سی کہانی ہے

Faqeer Sein

سوچئے کیا جواب ہے اِسکا
کیسے نفرت بسی دماغوں میں

کیوں اندھیرا ہے اسقدر ہر سو
روشنی کیوں نہیں چراغوں میں

تم سے گُلزار اب چھپائیں کیا
کس نے بارُود بویا باغوں میں

Faqeer Sein